اکائی 1 جزیرہ نما اسپیریا کا جغرافیہ اور فتحِ اسلامی سے قبل اس کے سیاسی اور سماجی حالات

اکائی کے اجزا

1.1 مقصد
1.2 تمہید
1.3 نام اور وجہ تسمیہ
1.4 جغرافیۂ طبعی
1.5 قومیں اور مذاہب
1.6 علاقوں کی تقسیم
1.7 قدیم تاریخ
1.8 فتح اسلامی سے قبل سماجی حالات
1.9 اندلس پر مسلمانوں کے حملے
1.10 خلاصہ
1.11 نمونے کے امتحانی سوالات
1.12 فرہنگ
1.13 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں

1.1 مقصد

اندلس میں عربی زبان و ادب کی تاریخ اور اس کے مختلف مراحل سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اس کا جغرافیہ معلوم ہو، اس کی قدیم تاریخ پر نظر ہو، یہ علم ہو کہ مسلم عہدِ حکم رانی سے قبل وہاں کے سیاسی و سماجی حالات کیا تھے؟ مسلمانوں کا اقتدار وہاں کب قائم ہوا؟ انھوں نے کتنا عرصہ وہاں حکومت کی؟ اپنے دورِ حکم رانی میں انھوں نے وہاں کا نظم کس طرح چلایا؟ اس عرصے میں وہاں تمدنی ترقی کیسے ہوئی؟ علوم وفنون کو کیوں کر فروغ ملا؟ اور عربی زبان و ادب کا ارتقا کیسے ہوا؟

اس اکائی میں اندلس کا جغرافیہ بیان کیا جائے گا اور فتحِ اسلامی سے قبل وہاں کے سیاسی و سماجی حالات پر روشنی ڈالی

جائے گی۔

1.2 تمہید

اسلامی تاریخ میں اندلس کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کے ذریعے وہاں ایسی حکومت قائم ہوئی جس نے مشرق کو مغرب سے ملا دیا۔ مسلم فتوحات کے بعد یورپ علمی، ادبی اور تہذیبی وتمدنی اعتبار سے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ اس طرح اندلس نے ایک رابطہ کا کام کیا۔ مسلمانوں کے ذریعے مشرق میں ہونے والی علمی تحقیقات اندلس ہوتے ہوئے مغرب پہنچیں۔ خود اندلس میں مسلمانوں کے آٹھ سو (۸۰۰) سالہ دورِ حکومت میں تہذیب وتمدّن کا فروغ ہوا اور علمی تحقیقات انجام دی گئیں، جن سے اہلِ یورپ نے فیض اٹھایا۔ مسلمانوں کا علمی افادہ وہاں سے ان کے انخلا کے بعد بھی جاری رہا۔ اہلِ یورپ نے ان کی تصانیف سے استفادہ کیا، ان کا یورپی زبانوں میں ترجمہ کیا اور ان پر اپنی تحقیقات کی بنیاد رکھی۔ اس لیے اندلس میں مسلم تاریخ کا مطالعہ ضروری ہے۔ لیکن اس سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ اندلس کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل کر لی جائیں اور یہ بھی جان لیا جائے کہ اس کا محلّ وقوع اور جغرافیہ کیا ہے؟ اور مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے وہاں کے سیاسی وسماجی حالات کیا تھے؟

1.3 نام اور وجہ تسمیہ

برِّ اعظم یورپ کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ نما ہے، جس میں دو ممالک واقع ہیں: ایک اسپین، دوسرا پرتگال۔ اس علاقے کو مختلف قوموں نے مختلف ناموں سے پکارا۔ سب سے پہلے یونانیوں نے اسے 'ایبیریا' (Iberia) کا نام دیا۔ یہ اصلاً ایک یونانی گروہ Iberi کی طرف منسوب ہے۔ رومانیوں نے اسے 'ہسپانیہ' (Hispania) کہا۔ اس لیے کہ یہ رومی سلطنت سے مغرب کی جانب کا ملک Hisperic تھا، جو عربوں کے یہاں 'اسبانیا' ہو گیا۔ بعد میں عرب اہلِ قلم نے اسے 'اندلس' کے نام سے موسوم کیا۔ اس لفظ کی اصل 'واندالس' (Vandalus) یا 'واندال' (Vandal) ہے۔ یہ جرمنی کی ایک قوم کا نام تھا، جو پانچویں صدی عیسوی میں کچھ عرصہ اس علاقے میں حکم راں رہی تھی۔ اس کے نام سے اس علاقے کا نام 'واندلیسیہ' (Vandalicia) ہو گیا تھا۔ اسی سے لفظ 'اندلس' نکالا گیا۔ بعض حضرات اس کی اصل 'فندلش' یا 'قندلس' قرار دیتے ہیں، جو یونانی ایبیری گروہ کے بعد اندلس کے حکم راں بنے تھے۔ ان کی طرف منسوب کر کے اس علاقے کا نام 'اندلس' پڑا۔

1.4 جغرافیۂ طبعی

اندلس یورپ کے جنوب مغربی کونے پر واقع ہے۔اس کے تین جانب سمندر ہیں۔(اسی وجہ سے اسے 'جزیرہ نما' کہا جاتا ہے۔) مشرق میں شام کے ساحل سے متصل بحر روم (Mediterranean Sea) کی ایک شاخ ہے، جسے بحر متوسط، بحر شام اور بحر مشرق بھی کہتے ہیں، جب کہ پورا بحر روم برِّ اعظم یورپ اور برِّ اعظم افریقہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ مغرب میں بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) ہے، جسے بحر محیط، بحر ظلمات، بحر مظلم اور بحر اعظم بھی کہا جاتا ہے۔جنوب میں آبنائے جبل الطارق ہے، جسے بحر زقاق کہتے ہیں۔اس کا محلِّ وقوع اندلس کا جنوبی گوشہ اور افریقہ کا شمالی گوشہ ہے۔ یہ یورپ کو افریقہ سے جدا کرتی ہے۔ اندلس کا صرف شمالی مشرقی حصہ خشکی سے ملا ہوا ہے۔ اس میں 'جبل برانس' (Pyrenees) واقع ہے۔اس پہاڑی سلسلے کی وجہ سے یہ علاقہ صدیوں تک یورپ سے علیٰحدہ رہا۔اس کا یورپ سے رابطہ آٹھویں صدی قبل مسیح میں اس وقت قائم ہوا جب بعض قبائل اس پہاڑی سلسلے کو عبور کر کے اس علاقے میں داخل ہوئے تھے۔

عرب جغرافیہ نویسوں میں سے ادریسی (م ۵۵۹ھ/ ۱۱۶۶ء) نے اندلس کا طول گیارہ سو (۱۱۰۰) میل اور عرض چھ سو (۶۰۰) میل بیان کیا تھا، لیکن دورِ جدید کے محققین نے اس کا طول مشرق سے مغرب کی جانب چھ سو پینتیس (۶۳۵) میل اور عرض پانچ سو دس (۵۱۰) میل بتایا ہے۔اس کی زمین سطحِ سمندر سے تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) فٹ بلند ہے۔ یہ بلندی مشرق سے مغرب کی طرف کم ہوتی چلی گئی ہے، یہاں تک کہ بحر محیط کی سطح کو پہنچ جاتی ہے۔

اندلس کا طبعی جغرافیہ کافی متنوّع ہے۔اس کی زمین پر چھ (۶) چھوٹے بڑے پہاڑی سلسلے مشرق سے مغرب کی جانب پھیلے ہوئے ہیں:

(۱) جبل برانس (Pyrences): یہ پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔علاقوں کے حساب سے ان کے الگ الگ نام ہیں۔ یہ پہاڑ اندلس کو فرانس کے علاقوں سے جدا کرتے ہیں۔

(۲) شارات (Sierras): یہ جبل برانس کے جنوب میں واقع ہے۔

(۳) جبال طلیطلہ (Toledo): یہ شارات کے جنوب میں واقع ہے۔

(۴) شارات موریتہ (Sierra Morena): یہ جبال طلیطلہ کے جنوب میں واقع ہے۔اسی کی ایک شاخ قرطبہ تک آئی ہے، جس سے نہریں کاٹ کر قرطبہ میں شیریں پانی لایا گیا تھا۔

(۵) جبل الثلج (Mons Solorius): اندلس کے جنوب مشرقی گوشے میں واقع ہے۔

(۶) جبل بشارات (Alpwxarras): یہ پہاڑی سلسلہ غرناطہ میں جبل الثلج کے جنوب میں مشرق سے مغرب کی جانب پھیلا ہوا ہے۔

ایک اور پہاڑی سلسلہ 'جبل الطارق' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ جنوبی اندلس کے صوبے 'قادس' کے جنوب مشرق میں ایک جزیرہ نما کی شکل میں ہے۔اس کا طول شمال سے جنوب کی جانب تین (۳) میل اور عرض مشرق سے مغرب کی جانب ایک میل ہے۔اس کے مغربی جانب ایک خلیج ہے، جسے 'خلیج جبل الطارق' کہا جاتا ہے۔جبل الطارق کے سامنے پچیس (۲۵) میل

کے فاصلے پر شہر 'سبتہ' آباد ہے۔

ان پہاڑوں سے جو دریا نکلے ہیں ان میں سے بعض بحر روم میں، بعض بحر محیط میں اور بعض آبنائے جبل الطارق میں سمندر سے جا ملے ہیں۔ بحر محیط میں گرنے والے دریاؤں کے نام یہ ہیں: وادی النساء، وادی آرو، وادی القرشی، وادی بلش، وادی شقورہ، وادی ابیض، وادی زیتون۔ آبنائے جبل الطارق میں گرنے والے دریا یہ ہیں: وادی لکہ، وادی کبیر، وادی آنہ، وادی مینہ، وادی یلہ۔

اندلس اصلاً زراعتی ملک تھا۔ وہاں مختلف اناج، سبزیاں، پھل پھول، نباتات وغیرہ کاشت کیے جاتے تھے۔ خاص طور پر مسلمانوں نے اپنے عہدِ حکومت میں وہاں زراعت کو خوب ترقی دی۔ زراعت کے لیے دو قسم کی زمینیں تھیں: ایک وہ جہاں دریاؤں اور نہروں سے آب پاشی کا نظم تھا۔ دوسری وہ جہاں کنوؤں سے رہٹ چلا کر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جن علاقوں میں قدرتی آب پاشی کا نظم تھا وہاں ہر قسم کا اناج، پھل، میوے اور خوش بودار نباتات پیدا ہوتی تھیں۔ وہاں بعض معدنیات بھی پائی جاتی ہیں۔ اس جزیرہ نما کے نصف حصے میں پہاڑ اور گھنے جنگل ہیں، جن میں مختلف حیوانات پائے جاتے ہیں۔ نصف سے کم علاقے میں زراعت ہوتی تھی۔ مسلمانوں نے اپنے عہدِ حکم رانی میں اندلس کے قدرتی ذرائع سے خوب فائدہ اٹھایا، نباتات اور حیوانات میں انواع و اقسام کے اضافے کیے اور صنعت و حرفت اور تجارت کی داغ بیل ڈال کر اندلس کو ترقی کے بامِ عروج تک پہنچایا۔

اسپین کے جنوبی حصے کی آب و ہوا معتدل ہے، جب کہ شمالی اور مشرقی حصے بہت ٹھنڈے ہیں۔ درمیانی حصہ میدانی ہے، جس میں بعض علاقوں میں بارش کم اور بعض میں زیادہ ہوتی ہے۔ یہ پورا علاقہ کافی سرسبز و شاداب ہے۔ اسی علاقے میں اندلس کے مشہور دریا اور وادیاں ہیں، جیسے وادی کبیر (Guadale) اور وادی لکہ (Guadalete)۔

1.5 قومیں اور مذاہب

اندلس میں سب سے پہلے آباد ہونے والی قوم کا نام عرب مؤرخین کے یہاں 'اندلش' ملتا ہے۔ مغربی مورخین انھیں 'سلسٹ' کا نام دیتے ہیں۔ پھر ایبیری اور لگوری قومیں آئیں۔ اس کے بعد فینیقیوں نے افریقہ کی راہ سے داخل ہو کر اندلس کے جنوبی ساحل پر آبادیاں قائم کیں۔ پھر قرطاجنی آئے۔ ان کے بعد یونانیوں نے اپنی بستیاں بسائیں۔ اس طرح مختلف قوموں کے درمیان زمین کے لیے کش مکش شروع ہوئی، الگ الگ حکومتیں قائم ہوئیں اور لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دوسری صدی قبل مسیح میں رومیوں نے قرطاجنیوں کو شکست دے کر اقتدار حاصل کیا۔ انھوں نے کئی سو برس تک بڑی شان سے حکومت کی۔ رومی سلطنت کے کم زور ہونے کے بعد وہاں خود مختار حکومتیں قائم ہونے لگیں۔ چنانچہ ایک خود مختار حکومت قائم ہوئی جس کے بانی کا نام 'اشبان بن طیطس' تھا۔ یہ رومیوں کا مقابلہ کرتی رہی۔ اس میں پچپن (۵۵) حکم راں گزرے۔ اس کے بعد ایک دوسری قوم آئی، جس کے سربراہ کا نام 'طویش بن نبطہ' تھا۔ اس کے ستائیس (۲۷) فرماں رواؤں نے حکومت کی۔ قوطیوں کے

آنے کے بعد ایک نئی قوم وجود میں آئی اور اسپینی قوم کہلائی۔ اس میں سب قوموں کی اصل یا مخلوط نسل داخل تھی۔ یہ قومیں اندلس کی لاطینی قوموں سے مل گئیں اور انھوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔

اندلس میں مسلمانوں کے داخلے سے قبل وہاں تین مذاہب کے ماننے والے پائے جاتے تھے: یہودیت، عیسائیت اور بت پرستی۔ قوطی ابتدا میں بت پرست تھے۔ جب رومیوں سے ان کی پہلی آویزش ہوئی، اس کے بعد ان میں عیسائیت کی تبلیغ شروع ہوئی۔ بائبل کا قوطی زبان میں ترجمہ کیا گیا، یہاں تک کہ چوتھی صدی عیسوی ختم ہوتے ہوتے پوری قوطی قوم عیسائیت قبول کر چکی تھی۔ اس طرح جب مسلمان اندلس میں داخل ہوئے تو وہاں صرف دو مذاہب تھے: عیسائیت اور یہودیت۔ یہود اگر چہ مال و دولت کی وجہ سے اثر و رسوخ رکھتے تھے، لیکن انھیں حاکمانہ حیثیت حاصل نہیں تھی۔ اس لیے اندلس میں مسلمانوں کا سابقہ تمام تر عیسائیوں سے پڑا۔

1.6 علاقوں کی تقسیم

جدید اندلس دو حصوں میں منقسم ہے: اسپین اور پرتگال۔ قدیم جغرافیہ نویسوں نے اس کی تقسیم مختلف طریقوں سے کی ہے۔ بعض نے اس کو مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ مشرقی اندلس سے مراد ملک کا وہ حصہ ہے جس کے دریا بحر روم میں ملتے ہیں اور مغربی اندلس اس حصے پر مشتمل ہے جس کے دریا بحر محیط میں گرتے ہیں۔ بعض نے اسے مشرقی، مغربی اور وسطی تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ مشہور جغرافیہ داں ادریسی نے اس کی تقسیم دو حصوں میں کی تھی۔ ایک حصے کو اشبانیہ اور دوسرے کو قشتالہ کا نام دیا تھا۔ اشبانیہ میں وہ حصے شامل تھے جہاں مستقل طور پر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ انھیں اس نے چھبیس (۲۶) اقلیموں میں تقسیم کیا تھا۔ ان میں سے ہر حصے کو ایک صوبہ سمجھا جاتا تھا۔ قشتالہ میں وہ حصے تھے جو عہد اسلامی میں زیادہ تر عیسائیوں کے قبضے میں تھے اور ان میں انہی کی مختلف حکومتیں قائم تھیں۔ ان کی سرحدیں مسلمانوں کے قبضے اور بے دخلی سے گھٹتی بڑھتی رہتی تھیں۔

معلومات کی جانچ

۱۔ اندلس کو 'ایبیریا' کا نام کس نے دیا تھا؟

۲۔ اندلس کو 'جزیرہ نما' کیوں کہتے ہیں؟

۳۔ جدید محققین نے اندلس کا طول و عرض کیا بتایا ہے؟

۴۔ جبل الطارق کے سامنے کون سا شہر آباد ہے؟

۵۔ جغرافیہ داں ادریسی نے اندلس کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا تھا؟

1.7 قدیم تاریخ

قدیم زمانے میں مختلف قوموں نے اندلس میں سکونت اختیار کی۔ مثلاً ایبیری، کلٹ، فینیقی، یونانی، رومانی، شیوانی، الانی، واندال فرینک اور قوطی (Goths)۔ فینیقیوں کے علاوہ دیگر تمام قوموں کا تعلق مشرقی اور وسطی یورپ سے تھا، جو مختلف اوقات میں اندلس آئیں اور یہاں رہائش اختیار کی۔

پانچویں صدی عیسوی کے اوائل میں ایک نئی قوم اندلس میں آئی، جسے 'گاتھا' (Goths) کہا جاتا تھا۔ عرب مصنفین انھیں 'قوطہ' کہتے ہیں۔ یہ لوگ ان قبائل میں سے تھے جنھیں روم کے زوال کے دور میں عروج حاصل ہوا۔ رومی سلطنت سے ان کی جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ گاتھ دو گروہوں میں منقسم تھے: مشرقی حصے میں رہنے والے 'اسٹروگاتھ' (Ostrogoths) کہلاتے تھے اور مغربی حصے میں رہنے والے 'وزی گاتھ' (Visigoths) کے نام سے معروف تھے۔ 'وزی گاتھ' نے سب سے پہلے اندلس کے شمال مشرقی علاقے پر قبضہ کیا، پھر دھیرے دھیرے دوسرے علاقوں پر بھی قابض ہوگئے۔ ان لوگوں کا تعلق کیتھولک چرچ سے تھا، جو وہاں کی اصل آبادی کا مذہب تھا۔ انھوں نے ایک طاقت ور سلطنت قائم کی اور تقریباً تین سو (۳۰۰) برس تک پورے اندلس پر حکم رانی کی۔ حکومتی استحکام کے لیے انھیں مذہبی طبقہ اور جاگیرداروں اور امرا سے بھی مدد لینی پڑتی تھی۔ اسی بنا پر وقتاً فوقتاً بادشاہت کے لیے محلاتی سازشیں اور جوڑ توڑ ہوتی رہتی تھی اور بغاوتوں اور شورشوں کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ ساتویں صدی کے اواخر میں یہودیوں کے خلاف چرچ کی طرف سے سخت قوانین بنائے گئے۔ چنانچہ وہ ان کے خلاف ہوگئے اور ان کی حکومت کو کم زور کرنے کے لیے سازشیں کرنے لگے۔

وزی گاتھ خاندان کا آخری حکم راں 'وٹیزا' (Witiza) تھا۔ اس نے نظمِ مملکت کو سنبھالا۔ مظالم اور ناانصافیوں کا خاتمہ کیا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سے کام کیے۔ اس بنا پر اسے مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہودی بھی اس کے نرم رویّے سے خوش تھے۔ لیکن جلد ہی وہ بھی عیش و عشرت میں مبتلا ہوگیا۔ چنانچہ مذہبی طبقہ نے اس پر بالا دستی حاصل کرلی۔ حکومت پر بادشاہ وٹیزا کی پکڑ کم زور ہوئی تو ایک سپہ سالار رزریق (Rodorick) نے اس کو معزول کر کے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح گاتھ خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ رزریق گاتھ نسل سے نہ تھا۔ اسے لوگوں میں ہر دل عزیزی حاصل تھی۔ اس نے کام یابی کے ساتھ زمامِ حکومت سنبھالی، لیکن وہ نظمِ مملکت صحیح طریقے سے نہیں چلا سکا۔ بادشاہ بننے کے بعد عیش و عشرت میں مبتلا ہوگیا اور عوام پر ظلم و ستم ڈھانے لگا۔ حکم راں طبقے کے افراد اور کچھ سپہ سالار بھی اس سے ناراض تھے۔ چنانچہ اس کے خلاف کئی بغاوتیں ہوئیں۔ سب سے آخر میں مسلم فوج نے حملہ کر کے ہمیشہ کے لیے اس کا اقتدار ختم کردیا۔

1.8 سماجی حالات

وزی گاتھ کے عہدِحکم رانی میں مذہبی طبقے کو کافی اثر ورسوخ حاصل تھا۔ بشپ اور آرک بشپ امورِ سلطنت میں کافی دخل رکھتے تھے۔ بادشاہ اوران کے وزرا ومشیرانِ کار مذہبی طبقہ کے ساتھ مل کر نظمِ مملکت چلاتے تھے۔اس دور میں جاگیرانہ نظام قائم تھا۔ بڑے بڑے جاگیر دار اور امرا اپنی فوج رکھتے تھے اور بادشاہوں کی طلب پر انھیں کمک فراہم کرتے تھے۔شاہی فوج انہی جاگیردارانہ فوجی ٹکڑیوں پر منحصر تھی۔ مذہبی طبقہ کی سیاسی طاقت، جاہ پرستی اور اخلاقی انحطاط نے سماج میں انارکی پھیلا دی تھی۔ان کے ساتھ حکم راں طبقہ بھی عیش وعشرت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہودیوں کے ساتھ دوسرے درجے کے شہریوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔غلاموں کو جانوروں سے بدتر درجہ حاصل تھا۔ عام عیسائیوں کی سماجی حالت بھی بہتر نہ تھی۔ بڑھتے اخراجات کو پورا کرنے کے لیےعوام پر بھاری محصول لگائے جاتے تھےاوران کی وصولی کے لیےطرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کیے جاتے تھے۔

وزی گاتھ عہدِ حکومت میں تمدّن کو خوب ترقی ملی تھی اور تجارت کو بھی فروغ ہوا تھا۔ اندرونِ ملک تجارتی سرگرمیوں کے ساتھ دوسرے ممالک سے بھی تجارتی تعلقات تھے۔ زراعت اور باغ بانی بھی خوب ہوتی تھی۔مختلف صنعتیں قائم تھیں۔ مال ودولت کی کثرت کی وجہ سے حکم راں اور سر برآوردہ طبقہ عیش کوشی میں مبتلا اور محنت ومشقت کی زندگی سے دور ہو گیا تھا۔

گاتھ تمدّن میں طرزِ تعمیر کو اہمیت حاصل تھی۔ گاتھ حکم رانوں نے بہت شان دار شہر بسائے تھے۔ان کی تعمیر کردہ عمارتیں مضبوطی اور استحکام کے ساتھ خوب صورتی میں بھی بے مثال تھیں۔ان خصوصیات کی وجہ سے گاتھک طرزِ تعمیر فنّی اعتبار سے بلند مقام کا حامل تھا۔

عام آبادی کئی طبقات پر مشتمل تھی۔ ہسپانوی اور رومی دو طبقات کے علاوہ ایک ایسا طبقہ بھی تھا جو دونوں کے اختلاط سے وجود میں آگیا تھا۔ایک بڑی تعداد کسانوں پر مشتمل تھی، جو بڑی کس مپرسی کی حالت میں زندگی گزارتی تھی۔

1.9 اندلس پر مسلمانوں کے حملے

اندلس کے مختلف حصوں پر مسلمانوں کے حملے خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد ہی سے شروع ہو گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن نافع بن حصین اور حضرت عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو افریقہ کی راہ سے اندلس پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ان لوگوں نے بحری راستے سے اندلس پر حملہ کیا،لیکن وہ وہاں زیادہ دنوں تک قیام نہ کر سکے۔ دوسرا حملہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے زمانے میں ہوا۔تیسرا حملہ حضرت نافع بن عقبہ نے کیا۔لیکن یہ حملے عارضی تھے، جو اندلس کو فتح کرنے اوراس پر قبضہ کرنے کی نیت سے نہیں کیے گئے تھے۔فتح کے ارادے سے کیا جانے والا حملہ اصلاً وہ ہے جو طارق بن زیاد کی سرکردگی میں کیا گیا تھا۔

مراکش سے متصل علاقہ 'سبتہ' (Ceuta) کا حکم راں کاؤنٹ جولین (Count Julian) اسپین کی حکومت کے ماتحت تھا۔ اس زمانے میں مرکزی سلطنت کے ماتحت امرا کے بچے تہذیب و ادب سیکھنے کے لیے شاہی محل جایا کرتے تھے اور وہاں کچھ عرصہ گزارتے تھے۔ اس عام رسم کے مطابق جولین کی لڑکی فلورنڈا رزریق کے شاہی محل میں رہتی تھی۔ رزریق اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگیا اور اس سے بدکرداری کر بیٹھا۔ بیٹی نے باپ کو اس حادثہ کی اطلاع دی تو اس کی غیرت نے جوش مارا اور اس نے رزریق سے انتقام لینے کا منصوبہ بنایا۔ اس نے شمالی افریقہ کی مسلم حکومت کو اندلس پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ اس زمانے میں خلافت اموی کے تحت شمالی افریقہ پر موسیٰ بن نصیر حکم راں تھا۔ اس نے جولین کی دعوت قبول کرتے ہوئے پہلے اندلس پر چھوٹے چھوٹے حملے کیے، پھر ان مہمات کو کام یاب ہوتا ہوا دیکھ کر ایک بڑے حملے کی تیاری کی اور ۹۲ھ/ ۷۱۱ء میں اپنے آزاد کردہ غلام اور لائق اعتماد سپہ سالار طارق بن زیاد کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔

طارق بن زیاد نے اپنے بحری جہاز اسپین کے جنوبی مغربی کنارے ایک پہاڑی پر اتارے، جس کا نام بعد میں اس کے نام پر 'جبل الطارق' (Jibraltar) پڑ گیا۔ اس نے اپنے ماتحت سپہ سالاروں کے ذریعے قرب و جوار کے کئی اہم شہروں پر قبضہ کرلیا۔ جلد ہی رزریق کی فوج سے مسلم فوج کا تصادم 'وادی باربطہ' (Rio-Barbeta) میں ہوا، جس میں رزریق مارا گیا اور اس کی فوج کو بدترین شکست ہوئی۔ اس کے مرتے ہی اسپین کی مرکزی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ بعد میں بعض علاقوں میں مقامی طور پر مسلم فوج کا مقابلہ کیا گیا، ورنہ زیادہ تر علاقے بغیر مقابلہ آرائی کے فتح ہوگئے۔

موسیٰ بن نصیر نے اسپین کے مغربی حصے سے اپنی فتوحات کا آغاز کیا۔ مختلف علاقوں کو فتح کرتے ہوئے وہ طلیطلہ پہنچا تو وہاں طارق بن زیاد سے اس کی ملاقات ہوئی۔ بعد میں دونوں نے مشترکہ طور پر اپنی فتوحات جاری رکھیں۔ اس طرح گنتی کے چند علاقوں کو چھوڑ کر اسپین کے تمام وسطی اور مرکزی علاقے فتح ہوگئے اور اسپین اموی خلافت کا ایک صوبہ قرار پایا۔

معلومات کی جانچ

۱۔ اندلس کو 'ایبیریا' کا نام کس نے دیا تھا؟

۲۔ اندلس کو 'جزیرہ نما' کیوں کہتے ہیں؟

۳۔ جدید محققین نے اندلس کا طول و عرض کیا بتایا ہے؟

۴۔ جبل الطارق کے سامنے کون سا شہر آباد ہے؟

۵۔ جغرافیہ ادریسی نے اندلس کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا تھا؟

1.10 خلاصہ

یورپ کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ نما 'اسپین' ہے۔ یہ زمانہ قدیم میں 'ایبیریا' کہلاتا تھا۔ مسلمانوں نے اسے 'اندلس' نام دیا۔ اس کے تین جانب سمندر اور ایک جانب خشکی ہے۔ اس کی زمین بعض مقامات پر سطح سمندر سے دو ہزار (۲۰۰۰) فٹ بلند ہے۔ متعدد پہاڑی سلسلے مشرق سے مغرب کی جانب پھیلے ہوئے ہیں۔ ان پہاڑوں سے متعدد دریا نکلے ہیں۔ اندلس اصلاً ایک زراعتی ملک تھا۔ اس کے نصف حصے میں زراعت ہوتی تھی اور نصف حصے میں پہاڑ اور جنگل ہیں۔ وہاں بعض معدنیات بھی پائی جاتی تھیں۔ اس کے جنوبی حصے کی آب و ہوا معتدل ہے، جب کہ شمالی اور مشرقی حصے بہت ٹھنڈے ہیں۔ درمیانی حصہ کافی سرسبز وشاداب ہے۔ وہاں مختلف قوموں نے سکونت اختیار کی۔ آخر میں قوطی آئے۔ وہاں تین مذاہب کے ماننے والے پائے جاتے تھے: بت پرستی، یہودیت اور عیسائیت۔ قوطیوں کے عیسائیت قبول کر لینے کے بعد بت پرستی ختم ہو گئی تھی۔ یہودیوں کو حاکمانہ حیثیت حاصل نہیں تھی، اس لیے مسلمان جب اندلس پہنچے تو ان کا سابقہ عیسائیوں سے پڑا۔ اندلس کے عوام کئی طبقات پر مشتمل تھے۔ مذہبی طبقے کو کافی اثر و رسوخ حاصل تھا۔ حکم راں عیش وعشرت میں مبتلا رہتے تھے۔ عوام پر بھاری محصول لگائے جاتے تھے۔ وزی گاتھ عہدِ حکومت میں تمدن کو خوب ترقی ملی تھی اور تجارت کو بھی فروغ ہوا تھا۔ دیگر ممالک سے تجارتی تعلقات تھے۔

آٹھویں صدی عیسوی کے اوائل میں اندلس کی زمامِ اقتدار 'رزریق' نامی حکم راں کے ہاتھ میں تھی۔ عہدِ اموی میں افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر نے اندلس پر حملے کی تیاری کی اور سپہ سالار طارق بن زیاد کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ رزریق کی فوج کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی، جس میں رزریق مارا گیا۔ اس کے مرتے ہی اندلس کی مرکزی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اندلس فتح ہونے کے بعد اس کی حیثیت اموی خلافت کے ایک صوبے کی ہو گئی۔

1.11 نمونے کے امتحانی سوالات

۱۔ اندلس کا طبعی جغرافیہ بیان کیجیے۔

۲۔ قدیم اندلس میں کون سی قومیں آباد ہوئیں؟ وہ کن مذاہب کو ماننے والی تھیں؟

۳۔ اندلس میں مسلمانوں کے داخلے سے قبل وہاں کے سماجی حالات پر روشنی ڈالیے۔

۴۔ اندلس کی وجہ تسمیہ بیان کیجیے اور واضح کیجیے کہ جغرافیہ دانوں نے اسے کتنے حصوں میں تقسیم کیا تھا؟

۵۔ اندلس میں مسلمانوں کے حملے کے اسباب بیان کیجیے۔

1.12 فرہنگ

برِّ اعظم =	خشکی کا وہ حصہ جس میں بہت سے ممالک ہوں۔
جزیرہ نما =	خشکی کا وہ قطعہ جس کے تین اطراف میں پانی اور ایک طرف خشکی ہو۔
موسوم کرنا =	نام رکھنا
آبنائے =	پانی کا وہ تنگ راستہ جو خشکی کے بڑے حصوں کو الگ کرے اور پانی کے دو حصوں کو ملائے۔
متنوّع =	قسم قسم کا
خلیج =	پانی کا وہ حصہ جو تین اطراف میں خشکی سے گھرا ہوا اور ایک طرف سمندر سے ملا ہوا ہو۔
زراعت =	کھیتی
آب پاشی =	سینچائی
رہٹ =	وہ چرخ جس کے ذریعے کنویں سے پانی نکالتے ہیں۔
سکونت =	رہائش
آویزش =	لڑائی، چپقلش
زمامِ حکومت =	حکومت کی باگ ڈور
بشپ =	عیسائیوں کا ایک مذہبی عہدہ
آرک بشپ =	عیسائیوں کا ایک مذہبی عہدہ

1.13 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں

۱۔ اندلس کا تاریخی جغرافیہ، محمد عنایت اللہ، طبع حیدر آباد، ۱۹۲۷ء

۲۔ تاریخ اندلس، سید ریاست علی ندوی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، طبع ۲۰۱۲ء

۳۔ خلافت اندلس، نواب ذوالقدر جنگ۔ الایمان کتابستان دیوبندم ۱۴۲۶ھ، طبع اول

۴۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ثروت صولت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، جلد اول، طبع ۲۰۱۱ء

۵۔ تاریخ تہذیب اسلامی، پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی، ۲۰۱۲ء

۶۔ اندلس اور سسلی کی مسلم تاریخ وثقافت، ڈاکٹر محمد اسحاق، البلاغ پبلی کیشنز، نئی دہلی۔ ۲۵، ۲۰۰۹ء

۷۔ اندلس کی اسلامی میراث (مجموعہ مقالات سمینار)، ترتیب وتدوین: ڈاکٹر صاحب زادہ ساجد الرحمٰن، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۶ء

۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء، طبع اول

اکائی 2 اندلس ۔فتحِ اندلس سے سقوطِ غرناطہ تک (۹۲ھ ۔۸۹۷ء/ ۷۱۱۔۱۴۹۲ء)

اکائی کے اجزا

2.1 مقصد
2.2 تمہید
2.3 اندلس میں اموی حکومت
2.3.1 اموی ماتحت حکومت
2.3.2 اموی خودمختار حکومت
2.3.3 اموی خلافت
2.4 ملوک الطّوائف کا عہد
2.5 مرابطین کا عہد
2.6 موحّدین کا عہد
2.7 غرناطہ کی نصری حکومت
2.8 اندلس کی علمی خدمات
2.9 خلاصہ
2.10 فرہنگ
2.11 نمونہ کے سوالات
2.12 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں

2.1 مقصد

اس اکائی میں اندلس میں مسلمانوں کے آٹھ سو (۸۰۰) سالہ عہدِ حکومت پر روشنی ڈالنی مقصود ہے۔ چنانچہ اس میں بتایا جائے گا کہ مسلمان اندلس کیسے پہنچے؟ انھوں نے وہاں کی حکومتوں سے جنگ کرکے کس طرح ملک کی زمامِ اقتدار سنبھالی؟ ان کے ذریعے وہاں تمدّن کو فروغ ہوا اور علوم وفنون کی خوب ترقی ہوئی۔ بعد میں اندرونی اختلافات اور محلاتی سازشوں کے نتیجے میں ان کی حکومتیں کم زور ہوئیں اور ان کے مقابلے میں عیسائی حکومتیں طاقت ور ہوتی گئیں۔ ان سے جنگوں کے نتیجے میں مختلف علاقے یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھوں سے نکلتے گئے، یہاں تک کہ سقوطِ غرناطہ کے بعد تمام مسلمانوں کو جلاوطن کردیا گیا۔

2.2 تمہید

اندلس پر مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) برس تک حکومت کی۔ اس عرصے کو کئی ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) اموی دور: ابتدا میں اندلس اموی خلافت کا ایک صوبہ تھا۔ بعد میں جب عباسی خلافت قائم ہوئی تو اندلس کے حکم راں نے عباسی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی ماتحتی قبول نہیں کی، لیکن اس نے خود کو آزاد خلیفہ بھی نہیں کہلوایا۔ تیسرے دور میں اندلسی حکومت آزاد خلافت بن گئی تھی۔ یہ تینوں ادوار تین سو (۳۰۰) برس سے کچھ زائد عرصے پر محیط ہیں۔

(۲) عہدِ ملوک الطّوائف: اندلس میں اموی خلافت کے زوال کے بعد چھوٹے چھوٹے خاندانوں کی بادشاہتیں قائم ہو گئی تھیں۔ مرکزی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ان حکومتوں کی پڑوس کے عیسائی حکم رانوں سے مسلسل جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔

(۳) مرابطین اور موحّدین کی حکومتیں: عیسائی حکومتیں آہستہ آہستہ مسلم علاقوں کو فتح کرتی چلی جا رہی تھیں۔ اس صورت حال میں پہلے افریقہ کے مسلم حکم رانوں نے، جو 'مرابطین' کہلاتے تھے، اندلسی مسلمانوں کی مدد کی اور عیسائیوں کے بڑھتے قدم روک دیے۔ بعد میں یہی کام ایک دوسرے افریقی حکم راں خاندان نے کیا، جو 'موحّدین' کے نام سے معروف تھا۔ ان دونوں خاندانوں کی مرکزی حکومت افریقہ میں تھی اور اندلس کی حیثیت محض ایک صوبہ کی تھی۔

(۴) غرناطہ میں بنونصر کی سلطنت: اندلس کے علاقے ایک ایک کر کے مسلم اقتدار سے نکلتے جا رہے تھے اور ان پر عیسائی حکومتیں قابض ہوتی جا رہی تھیں۔ صرف جنوب میں بنونصر کی حکومت باقی رہ گئی تھی، جو صرف غرناطہ تک محدود تھی۔ یہ حکومت ڈھائی سو (۲۵۰) برس تک قائم رہی، یہاں تک کہ ۸۹۷ھ/ ۱۴۹۲ء میں اس کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اندلس سے مسلم حکم رانی کی بساط لپیٹ دی گئی۔

آئندہ صفحات میں اندلس میں مسلم حکم رانی کے مختلف ادوار پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

2.3 اندلس میں اموی عہدِ حکومت

موسیٰ بن نصیر اور اس کے ماتحت سپہ سالار طارق بن زیاد نے اندلس کے بڑے حصے کو فتح کر لیا تھا اور وہاں مسلم حکومت قائم کر دی تھی۔ یہ حکومت اموی خلافت کے ماتحت تھی۔ ان دونوں کو اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے واپس بلا لیا تو موسیٰ نے اپنے بیٹے عبد العزیز کو اندلس کا گورنر بنا دیا۔ اس کے دور میں حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا تھا اور فتوحات کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

2.3.1 اموی ماتحت امارت

فتحِ اندلس سے خلافتِ اموی کے خاتمے (۱۳۸ھ/۷۵۴ء) تک اندلس خلافتِ اموی کا ایک ذیلی صوبہ تھا، لیکن اس

پر گورنر افریقہ کی بالادستی قائم تھی۔یعنی یوں تو اس کی تقرری مرکزی خلافت کے ذریعے ہوتی تھی، لیکن عملاً اسے گورنر افریقہ کی ماتحتی میں رکھا گیا تھا۔

یہ دور تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔اس میں بیس (۲۰) سے زائد گورنروں نے اندلس کی زمامِ اقتدار سنبھالی۔ان لوگوں کے عیسائی حکم رانوں کے ساتھ مسلسل جنگی معرکے ہوتے رہے، جن میں کبھی مسلم فوج کو فتح حاصل ہوتی اوراس کے نتیجے میں کچھ علاقے مسلم حدودِ مملکت میں شامل ہو جاتے، کبھی عیسائیوں کو فتح حاصل ہوتی تو کچھ علاقے خلافتِ اسلامی سے نکل جاتے۔ساتھ ہی مسلمانوں کے باہمی اختلافات نے سر ابھارا۔عربوں اور بربروں، اسی طرح عرب قبائل میں مضری اور یمنی قبیلوں میں منافرت بڑھتی چلی گئی، جس نے خانہ جنگی کی صورت اختیار کر لی۔عیسائی حکم رانوں نے اس کا خوب فائدہ اٹھایا۔ مسلم خانہ جنگی سے اندلس کی اسلامی حکومت کم زور ہوتی گئی۔مرکزی حکومت کی جانب سے اس پر قابو پانے کی کوشش کی جاتی رہی، لیکن اس میں کام یابی نہیں مل سکی۔

اس عہد میں اندلس کے حکم رانوں نے جنگی مصروفیات کے باوجود زیرِ قبضہ علاقوں کا نظم ونسق درست کرنے کی بھر پور کوشش کی۔انھوں نے مختلف انتظامی، سیاسی، مالی اور تہذیبی ادارے قائم کیے۔عدالت کا نظام مستحکم کیا، تعلیمی ادارے کھولے، شہروں کے گرد فصیلیں تعمیر کروائیں، زراعت اور تجارت کو خوب ترقی دی، عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر شہریوں کو مراعات دیں، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر پر خاص توجہ دی، راستوں کی حفاظت کے لیے چوکیاں قائم کیں۔الغرض اس عہد میں تمدّن کو خوب فروغ ملا۔

2.3.2 اموی خودمختار امارت

خودمختار اموی امارت کا آغاز مشرق میں اموی خلافت کے خاتمے اور عباسی خلافت کے قیام سے ہوا۔اس عہد میں سات (۷) حکم راں ہوئے، جنھوں نے ڈیڑھ سو (۱۵۰) برس سے کچھ زائد عرصہ (۱۳۸ھ/۷۵۴ء۔۳۰۰/۹۱۲ء) تک حکومت کی۔

عباسی خلافت کے قیام کے بعد جب اموی حکم راں خاندان کے افراد کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو ان میں سے بہت سوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ان میں سے ایک شہزادہ عبدالرحمٰن بن معاویہ تھا۔وہ دمشق سے فرار ہوکر دشوار گزار راستہ طے کر کے شمالی افریقہ پہنچا، جہاں اس کی بربر ماں کا قبیلہ آباد تھا۔پھر بعض قبائلی سرداروں کی مدد سے وہ اندلس پہنچا۔چوں کہ اس نے بہت سخت اور دشوار گزار حالات میں اندلس میں داخل ہونے کی جرأت کی تھی، اس بنا پر وہ 'الداخل' کہلایا اور یہ لقب اس کے نام کا جز بن گیا۔

اندلس میں مختلف قبائل کے سرداروں نے عبدالرحمٰن کا استقبال کیا اور اس کی اطاعت کر لی۔ چنانچہ اس کی امارت کا اعلان کر دیا گیا۔تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس کی فوج نے اندلس کے گورنر یوسف فہری کی فوج کو شکست دے کر قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔اس طرح وہ متفقہ طور پر امیرِ اندلس بن گیا۔ابتدا میں عبدالرحمٰن الداخل نے اسلامی خلافت کی مرکزیت کو تسلیم کرتے ہوئے دوسرے عباسی خلیفہ منصور کے نام کا خطبہ پڑھا، لیکن ایک برس کے بعد ہی اندلس کو آزاد حکومت قرار دیا اور خودمختار حکم راں بن گیا۔

عبدالرحمٰن الداخل کے زمانۂ حکم رانی میں کئی بغاوتیں ہوئیں، لیکن وہ ان سب کو فرو کرنے میں کام یاب ہوا۔ پڑوس

کی عیسائی حکومتوں سے بھی اس کی کئی مرتبہ جنگیں ہوئیں، جن کا اختتام کبھی صلح تو کبھی جزیہ وصول کرنے پر ہوتا تھا۔ اندرونی بغاوتوں اور غیر ملکی حملوں سے نپٹنے کے ساتھ عبد الرحمٰن نے اپنی مملکت کے استحکام کے لیے مختلف انتظامی، سیاسی، فوجی اور اقتصادی اقدامات کیے۔ اس نے پوری مملکت کو صوبوں میں تقسیم کر کے انتظامی شعبے قائم کیے، فوجی نظام کی اصلاح کی، مجلسِ شوریٰ تشکیل دی، قرطبہ کی فصیل بنوائی، اس میں جامع مسجد اور قصرِ امارت کی تعمیر کروائی اور علوم وفنون کی بھی سرپرستی کی۔

عبد الرحمٰن الداخل کے جانشینوں کے زمانوں میں بھی نظامِ حکومت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ اندرونی بغاوتوں اور عیسائی حکومتوں سے جنگوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ یہ حکم راں با صلاحیت اور علم وفضل کے قدرداں تھے۔ چنانچہ ان کے دور میں رفاہِ عام کے خوب کام ہوئے، زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی ہوئی اور علوم وفنون کو بھی فروغ ہوا۔

2.3.3 اموی خلافت

تیسرے دور میں اندلس کی اموی حکومت خود مختار خلافت میں تبدیل ہو گئی تھی۔ یہ دور تقریباً سوا سو برس (۳۰۰ھ/۹۱۲-۴۲۱ھ/۱۰۳۱ء) پر محیط ہے۔ اس کا آغاز عبد الرحمٰن سوم سے ہوتا ہے۔ اس نے اپنے لیے خلیفہ اور 'الناصر لدین اللہ' کا خطاب اختیار کر لیا۔ اس نے اندلس کو آزاد ریاست بنا دیا۔ اس طرح اندلس کی اموی حکومت عباسی خلافت کے بالکل متوازی، آزاد اور خود مختار خلافت بن گئی تھی۔ عبد الرحمٰن نے پچاس (۵۰) برس حکومت کی۔ اس کا عہد اندلس کی اسلامی تاریخ کا زرّیں عہد کہلاتا ہے۔ اس نے اندرونی بغاوتوں کا خاتمہ کیا اور عیسائی سلطنتوں کو باج گزار بنایا۔ اس کے دور میں انتظامی اداروں نے بھی خوب ترقی کی، ملک معاشی طور پر خوش حال ہوا اور تہذیب وتمدّن اور علوم وفنون کو بھی خوب فروغ ملا۔

عبد الرحمٰن کے عہد میں قرطبہ تہذیب وتمدّن کا گہوارہ اور علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا۔ اس کے شمال مغرب میں تین میل کے فاصلے پر اس نے مورینہ کی پہاڑیوں پر ایک نیا شہر مدینۃ الزہرا کے نام سے آباد کیا، جو اس کی چہیتی بیوی کے نام سے موسوم تھا۔ عبد الرحمٰن عظیم حکم راں اور سیاست داں تھا۔ اس کے مثالی نظمِ حکومت کی بنا پر اندلس اس کے عہد میں عالمِ اسلام کا مرکز بن گیا تھا۔

عبد الرحمٰن سوم کے جانشین حکم دوم نے سولہ (۱۶) برس حکومت کی۔ اس کے دور میں مرکزی حکومت کا سابقہ وقار قائم رہا۔ حکومت کی سیاسی طاقت، معاشی مضبوطی، انتظامی قوت، علمی وفنّی ترقی اور تمدّنی عروج باقی رہا۔ اس نے عیسائی سلطنتوں کے خلاف کام یاب فوجی کارروائیاں کیں اور انھیں اپنا باج گزار بنا کر رکھا۔ اسے علوم وفنون سے خاص دل چسپی تھی۔ اس نے قرطبہ میں ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا، جس میں دنیا بھر سے لاکھوں کتابیں منگا کر جمع کیں۔ اسی طرح قرطبہ یونی ورسٹی کو ترقی دی، اس کے لیے نئی عمارتیں تعمیر کرائیں، قابل اساتذہ کا تقرر کیا اور طلبہ کو گراں قدر وظیفے دیے، جس کی بنا پر اس یونی ورسٹی کو اتنی شہرت حاصل ہو گئی تھی کہ طلبہ دور دور سے، حتّی کہ یورپی ممالک سے بھی اس کا رخ کرتے تھے۔

خلیفہ حکم دوم کے بعد اموی خلافت کی عظمت وسطوت برقرار نہ رہ سکی اور اس کا زوال شروع ہو گیا۔ اس لیے کہ اس کے بعد اس کا گیارہ (۱۱) سالہ فرزند ہشام دوم اس کا جانشین ہوا، جس کی پکڑ امورِ مملکت پر مضبوط نہ رہ سکی۔ اس کے دور میں محمد بن عامر نے درباری سازشوں کے ذریعے 'حاجب' (وزیر اعظم) بن کر تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں مرکوز کر لیے اور خلیفہ عملاً قیدی بن کر رہ گیا۔ ابن عامر نے اپنے لیے 'المنصور باللہ' کا لقب اختیار کیا۔ اس کا چوبیس (۲۴) سالہ عہد فوجی کارروائیوں کا زمانہ تھا، جس میں اس نے ستاون (۵۷) مہموں کی قیادت کی اور ہر ایک میں فتح حاصل کی۔ اس کے فرزند اور جانشین عبد الملک

المظفرؒ کے چھ(۶) سالہ دور میں بھی اسلامی حکومت کا اقتدار حسب سابق بحال رہا اور عیسائی سلطنتیں اس کی فوجی طاقت تسلیم کرتے ہوئے اس کی باج گزار بنی رہیں۔لیکن اس کے انتقال کے بعد نظامِ مملکت اضمحلال اور افراتفری کا شکار ہو گیا۔حکم راں آتے جاتے رہے، یہاں تک کہ ہشام سوم (م ۴۲۱ھ/ ۱۰۳۱ء) کے ساتھ اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

معلومات کی جانچ

۱۔موسیٰ بن نصیر کے بعد کون اندلس کا گورنر بنا تھا؟

۲۔اندلس میں خود مختار اموی امارت کس نے قائم کی؟

۳۔مدینۃ الزہرا کس کے نام سے موسوم ہے؟

۴۔قرطبہ میں عظیم الشان کتب خانہ کس نے قائم کیا تھا؟

۵۔محمد بن عامر کی شخصیت پر روشنی ڈالیے۔

2.4 ملوک الطّوائف کا عہد

اندلس کی سیاسی ابتری کا آغاز ۴۰۰ھ/ ۱۰۰۹ء ہی سے ہو گیا تھا۔مرکزی حکومت ختم ہو گئی تھی اور ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی۔چھوٹی چھوٹی تقریباً تین درجن سلطنتیں بن گئی تھیں، جن کے حکم راں 'ملوک الطّوائف' کہلاتے تھے۔قرطبہ، مالقہ، غرناطہ، سرقسطہ، طلیطلہ اور اشبیلیہ وغیرہ میں الگ الگ خاندانوں کی حکومتیں تھیں۔یہ حکم راں خود کم زور تھے اور دوسروں کو کم زور کرتے رہتے تھے۔ان میں آپس میں جنگیں ہوتی رہتی تھیں اور وہ اپنی حکومت کی برقراری کے لیے عیسائی حکم رانوں سے مدد لیتے تھے۔

ملوک الطّوائف کا عہد تقریباً اسّی (۸۰) برس پر محیط ہے۔اس عہد کے مسلم حکم راں عموماً عیسائی حکومتوں کے رحم و کرم پر رہتے تھے۔ان کی کم زوری سے فائدہ اٹھا کر عیسائی حکم رانوں نے پیش قدمی کی اور کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

2.5 مرابطین کا عہد

عیسائی حکم رانوں کے فوجی اقدامات اور اندلس کے مختلف علاقوں پر قبضہ سے گھبرا کر کئی مسلم حکم رانوں نے افریقہ کے ایک حکم راں خاندان سے مدد طلب کی، جو 'مرابطین' کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس خاندان نے اندلس پر تقریباً ستّر (۷۰) برس (۴۷۹ھ/ ۱۰۸۶ء تا ۵۴۰ھ/ ۱۱۴۵ء) حکومت کی۔

خاندان مرابطین کا حکم راں یوسف بن تاشفین تھا۔عیسائی حکم رانوں، خاص طور پر الفانسو چہارم کی بڑھتی ہوئی طاقت کا مقابلہ کرنے کے لیے بعض مسلم حکم رانوں نے اسے اندلس آنے کی دعوت دی۔یوسف بن تاشفین نے ان کی مدد کرنا اپنا دینی فریضہ اور ملّی تقاضا سمجھا۔اس نے اندلس کی سرزمین میں اپنی فوج اتار دی اور زلاقہ کی جنگ (۴۸۰ھ/ ۱۰۸۷ء) میں

الفانسو چہارم کو بدترین شکست دی اور مسلم اقتدار بحال کر کے واپس افریقہ چلا گیا۔

الفانسو کو اگرچہ یوسف بن تاشفین کے مقابلے میں ہزیمت اٹھانی پڑی تھی، لیکن اس کی طاقت اب بھی موجود تھی۔ وہ مسلم حکم رانوں کو اپنا ماتحت بنانے پر قادر تھا۔ اس نے اپنی طاقت کے بل پر مسلم علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ان علاقوں کے مسلم حکم رانوں نے ایک بار پھر یوسف بن تاشفین سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف نے محسوس کیا کہ جب تک اندلس پر قبضہ کر کے ایک مرکزی سلطنت قائم نہ کر دی جائے، عیسائی خطرہ کا سدِّ باب ممکن نہیں۔ چنانچہ اس نے ۴۸۳ھ/ ۱۰۹۰ء میں پھر اندلس کا رخ کیا اور یکے بعد دیگرے غرناطہ، قرطبہ، اشبیلیہ، باجہ، بلنسیہ اور سرقسطہ وغیرہ اس کے قبضے میں آتے گئے، یہاں تک کہ اندلس کے بڑے حصے پر اس کا اقتدار قائم ہو گیا۔ یوسف بن تاشفین کے بعد اس کے بیٹے علی بن یوسف نے حکومت کی، لیکن آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ سے اندلس کا اقتدار پھسلنے لگا۔ کئی علاقوں پر عیسائی حکم رانوں نے قبضہ کر لیا۔ بعض علاقوں میں مسلم حکم رانوں نے بغاوتیں کر کے اپنی آزاد اور خود مختار سلطنتیں قائم کر لیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ پھر طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔ دوسری طرف شمالی افریقہ میں مرابطین کو ایک نئی سیاسی اور فوجی قوت سے لڑنا پڑا۔ یہ 'موحّدین' تھے، جنھوں نے ۵۴۲ھ/ ۱۱۴۷ء میں مرابطین کی سلطنت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

2.6 موحّدین کا عہد

اندلس میں جب مرابطین کو زوال ہوا تو ایک بار پھر وہاں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔ اس سے فائدہ اٹھا کر عیسائی سلطنتوں نے اندلس کے مختلف علاقوں پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا۔ اس صورت حال میں اندلس کی بعض آزاد سلطنتوں کے حکم رانوں نے ایک بار پھر شمالی افریقہ کے ایک حکم راں خاندان کو، جو 'موحّدین' کہلاتا تھا، مدد کے لیے پکارا۔

موحّدین کی قیادت عبدالمومن کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے اندلس کے معاملے میں ۵۴۰ھ/ ۱۱۴۵ء سے دل چسپی لینی شروع کر دی۔ لیکن یہ دل چسپی ابتدا میں صرف سفارتی کارروائیوں تک محدود رہی۔ ۵۵۸ھ/۱۱۶۲ء میں اس نے فوجی حملے کا منصوبہ بنایا، لیکن جلد ہی اس کی وفات ہو جانے کی وجہ سے اس پر عمل نہ ہو سکا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو یعقوب یوسف اس کا جانشین ہوا۔ اس نے فوجی اقدامات کیے اور دھیرے دھیرے اشبیلیہ، قرطبہ، مالقہ، غرناطہ اور اندلس کے دیگر علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ۵۸۰ھ/۱۱۸۴ء میں اس کی وفات کے بعد یعقوب المنصور حکم راں بنا۔ اس نے پندرہ (۱۵) برس تک حکومت کی۔ اندلس میں اس کے کام یاب فوجی اقدامات کے نتیجے میں عیسائی حکم رانوں کو شکست ہوئی اور وہ صلح پر مجبور ہوئے۔ منصور کے بعد اس کا جانشین محمد الناصر اندلس میں اپنے اقتدار کو سنبھال نہ سکا اور اس کا زوال شروع ہو گیا۔ عیسائی حکم رانوں نے اپنی فوجی طاقت مجتمع کی، اپنے اختلافات دور کر کے آپس میں اتحاد پیدا کیا اور باقاعدہ صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا۔ کئی محاذوں پر موحّدین سے ان کی جنگ ہوئی، جن میں انھوں نے موحّدین کو زبردست شکست دی۔ موحّدین اپنے اقتدار کو سنبھال نہ سکے، یہاں تک کہ ۶۲۰ھ/۱۲۲۳ء میں اندلس سے ان کے اقتدار کا پوری طرح خاتمہ ہو گیا۔

2.7 غرناطہ کی نصری حکومت

اندلس میں موحّدین کے زوال کے ساتھ عیسائیوں کی طاقت برابر بڑھتی چلی جارہی تھی۔عیسائی سلطنتوں نے متّحد ہو کر مسلم علاقوں پر حملے شروع کر دیے تھے اور کوئی مسلم حکم راں ایسا نہ تھا جو ان کی کچھ خاص مزاحمت نہ سکے۔ چنانچہ عیسائی حکم راں رفتہ رفتہ مسلم علاقوں پر قابض ہوتے جارہے تھے۔سیاسی افراتفری کے اس دور میں کئی قسمت آزماؤں نے مختلف علاقوں میں اپنی آزاد مملکتیں قائم کر لی تھیں۔ان میں سے ایک عرب سردار محمد بن یوسف بن نصر، جس کا تعلق قبیلۂ بنو احمر سے تھا، وہ اندلس کے ایک چھوٹے سے شہر کا حاکم تھا۔اس نے فوجی طاقت مجتمع کی اور غرناطہ پر قبضہ کر کے اسے اپنا دارالسلطنت بنایا۔

غرناطہ کی نصری حکومت ڈھائی سو (۲۵۰) برس تک قائم رہی۔اس عرصے میں پچیس (۲۵) حکم راں بنے۔اس کا دورِ عروج ابتدائی ستّر (۷۰) برس کا زمانہ ہے، جب اس کے بانی محمد اوّل اور اس کے جانشین محمد دوم نے حکومت کی۔محمد اوّل نے سلطنت کی بنیاد رکھنے کے بعد بڑی دوراندیشی سے اس کو ترقی دی۔اس نے ایک طرف عیسائی حکم رانوں سے دوستانہ تعلّقات قائم کر کے اپنی سلطنت کو بیرونی دشمنوں سے محفوظ رکھا اور دوسری طرف اندرونی طور پر اس کی ترقی اور استحکام کے کام کیے۔ اس نے مساجد، مدارس اور شفاخانے قائم کیے، سڑکیں اور پل بنوائے، تجارت وزراعت اور صنعت وحرفت کو ترقی دی، الحمرا شہر کی ابتدائی عمارتیں تعمیر کرائیں۔اس کے جانشین محمد دوم نے بھی کام یابی کے ساتھ نظمِ مملکت سنبھالا۔اس نے عرب سرداروں کی بغاوتیں فرو کیں اور عیسائی حکم رانوں کے حملوں کو پسپا کیا۔علوم وفنون کی ترقی کے بھی کام کیے۔

غرناطہ کے بعد کے حکم راں صحیح جانشین ثابت نہیں ہوئے۔ان میں سے زیادہ تر محلاتی سازشوں کا شکار رہے۔اسی بنا پر ان میں سے کئی مقتول ہوئے، کئی زہر سے مار دیے گئے، کئی معزول اور مقیّد ہوئے اور کئی دوسرے طریقوں سے تخت سے ہٹا دیے گئے۔ان سازشوں میں ہمیشہ عیسائی طاقتوں کا ہاتھ رہا۔اسی وجہ سے یہ لوگ عیسائی حکم رانوں کے جائز و ناجائز مطالبات کے آگے بے چوں وچرا سر جھکائے رہتے تھے۔عیسائی حکم رانوں نے انھیں کبھی سکون سے نہیں رہنے دیا۔

قشتالیہ اور اراگون کی عیسائی سلطنتوں نے متحد ہو کر غرناطہ کی مسلم حکومت کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ان کی پیش قدمی کے نتیجے میں ۸۹۰ھ/ ۱۴۸۵ء میں رواندا، اس کے دو سال بعد مالقہ اور اس کے دو سال بعد المیر یا پر ان کا قبضہ ہو گیا اور غرناطہ کی حکومت صرف شہر تک محدود ہو کر رہ گئی۔ بالآخر ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء کو غرناطہ پر قبضہ کر کے اس کے آخری حکم راں ابو عبداللہ کو جلاوطن کر دیا گیا۔اس طرح سقوطِ غرناطہ کے ساتھ اندلس سے مسلم حکم رانی کا خاتمہ ہو گیا۔

2.8 اندلس کی علمی خدمات

یورپ کی علمی تاریخ میں اندلس کا نام بڑی عزّت اور احترام سے لیا جاتا ہے۔اس لیے کہ وہاں مسلمانوں نے ایسی تہذیب اور تمدّن کو پروان چڑھایا، جس کے غیر معمولی اثرات یورپ کی علمی نشأۃ ثانیہ پر پڑے۔

اندلس میں علمی وفکری سرگرمیوں کا آغاز وہاں اموی امارت کے قیام (۱۳۸ھ/۷۵۴ء) سے ہوا۔عبدالرحمٰن الداخل بڑا علم دوست حکم راں تھا۔اس نے اہلِ علم کی خوب سرپرستی کی۔عبدالرحمٰن دوم کو عقلی اور ادبی علوم سے خاص دل چسپی تھی۔اس

کے عہد میں سرکاری کتب خانے میں کتابوں کا غیر معمولی اضافہ ہوا۔ بعد کے حکم رانوں: عبدالرحمٰن ناصر اور حکم دوم کے ادوار میں بھی اندلس نے علمی میدان میں خوب ترقی کی۔ سرکاری گماشتے مشرق کی اسلامی دنیا میں گھومتے پھرتے تھے اور وہاں منظرِ عام پر آنے والی کتابیں حاصل کر کے بھیجتے رہتے تھے، جنھیں قرطبہ کے شاہی کتب خانے میں جمع کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح اس میں مختلف علوم وفنون کی چار لاکھ سے زائد کتابیں اکٹھا ہوگئی تھیں۔ قرطبہ یونی ورسٹی میں دینی علوم کے ساتھ طبیعیات، ریاضی، فلکیات اور کیمیا کے مضامین بھی پڑھائے جاتے تھے۔

اندلس کے علمی روابط مشرقی ممالک سے بھی قائم تھے۔ لوگ اندلس سے تحصیلِ علم کے لیے مشرق کے علمی مراکز جاتے تھے اور مشرق کے اہلِ علم اندلس میں علم کی قدر دانی سن کر وہاں کا رخ کرتے تھے۔ اسی طرح یورپی ممالک سے یہودی اور عیسائی طالبانِ علم بڑی تعداد میں اندلس کا قصد کرتے تھے اور وہاں اپنے مسلم اساتذہ سے کسبِ فیض کرتے تھے۔ حکم دوم نے مسلمانوں کے ساتھ یہودی اور عیسائی اصحابِ علم کی بھی سرپرستی کی اور ان کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ اس طرح تمام مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان علمی تعلقات ہو گئے تھے۔ قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ اندلس کے اہم علمی مراکز تھے، جن میں طلبہ ہزاروں کی تعداد میں قیام کر کے فیض اٹھاتے تھے۔ اندلس کے شہروں میں عموماً مساجد کے ساتھ مدارس بھی قائم تھے۔ تعلیمی میدان میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شریک تھیں۔ اسلامی علوم میں تفسیر، حدیث، سیرت، فقہ، تصوّف اور علم کلام وغیرہ میں اندلسی علما کی اہم خدمات ہیں۔ علم تفسیر میں ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری (م ۶۷۱ھ/۱۲۷۲ء) کی الجامع لاحکام القرآن، جو 'تفسیر قرطبی' کے نام سے بھی معروف ہے، قاضی ابو بکر ابن العربی المالکی (م ۵۴۳ھ/ ۱۱۴۸ء) کی احکام القرآن، ابو حیّان (م ۷۴۵ھ/۱۳۴۴ء) کی البحر المحیط، ابن عطیہ (م ۵۴۶ھ/۱۱۵۱ء) کی المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز جیسی اہم تفسیریں وہاں لکھی گئیں۔ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ/ ۱۰۷۱ء) کو حدیث، فقہ اور سیرت میں کمال حاصل تھا۔ اندلس میں فقہ مالکی کو خوب فروغ ملا اور وہاں متعدد بڑے فقہا پیدا ہوئے۔ علامہ ابن رشد (م ۵۹۵ھ/ ۱۱۹۸ء) کو فقہ، طب اور فلسفہ، تینوں علوم میں مہارت حاصل تھی۔ ان کی تصانیف میں فقہ میں 'بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد، طب میں کتاب الکلیات اور فلسفہ میں تھافت التھافت غیر معمولی شہرت رکھتی ہیں۔ دیگر میدانوں میں بھی بہت سے ماہرین پیدا ہوئے، مثلاً فلسفہ میں ابن باجہ (م ۵۳۳ھ/ ۱۱۳۸ء)، تصوف میں ابن عربی (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء)، تاریخ میں ابن الخطیب (م ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء)، جغرافیہ میں شریف ادریسی (م ۵۵۶ء/ ۱۱۶۶ء) علم نباتات میں ابن جلجل (م ۳۸۴ھ/۹۹۴ء)، ابن بیطار (م ۶۴۶ھ/ ۱۲۴۸ء) اور طب میں ابو القاسم زہراوی (م ۴۰۴ھ/۱۰۱۳ء)، ابو العلا بن زہر (م ۵۵۷ھ/۱۱۶۱ء) اور ابن ابی اصیبعہ (م ۶۶۸ھ/ ۱۲۷۰ء) کو عالمی شہرت حاصل ہوئی۔

اندلس میں عربی زبان وادب اور شاعری کو بھی خوب فروغ ملا۔ اس کا آغاز وہاں اموی حکومت کے قیام کے بعد ہی سے ہو گیا تھا۔ اس پر مشرقی عربی ادب وشاعری کے اثرات پورے طور پر پائے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اندلس کے ادبا وشعرا مشرق ہی کو اپنا تہذیبی مرکز سمجھتے تھے۔ مشرق کے ادبا وشعرا نے اندلس میں قیام پذیر ہوکر اندلسی ادب وشعر کو ترقی کی بلندیوں تک پہنچایا اور اندلسی ادبا وشعرا نے ان سے برابر کسبِ فیض کیا۔ اس میدان میں جن حضرات کو شہرت ملی ان میں ابن عبدربہ (م ۳۲۸ھ/ ۹۴۰ء)، ابن شہید (م ۴۲۷ھ/ ۱۰۳۵ء)، ابن زیدون (م ۴۶۳ھ/ ۱۰۷۰ء)، ابن حزم (م ۴۵۷ھ/ ۱۰۶۴ء)، ابن سیدہ (م ۴۵۸ھ/ ۱۰۶۶ء)، ابن مالک (م ۶۷۲ھ/ ۱۲۷۴ء) اور ابو حیان (م ۷۴۵ھ/۱۳۴۴ء) خصوصیت سے

قابلِ ذکر ہیں۔

معلومات کی جانچ

ا۔خاندان مرابطین کا بانی حکم راں کون تھا؟

۲۔اندلس میں سیاسی افراتفری کے زمانے میں جو لوگ مختلف علاقوں کے حکم راں بنے ،انھیں کیا کہتے ہیں؟

۳۔عبدالمومن کا تعلق کس حکم راں خاندان سے تھا؟

۴۔غرناطہ کی نصری حکومت کتنے برس قائم رہی؟

۵۔غرناطہ کا سقوط کس سنہ میں ہوا؟

2.9 خلاصہ

خلافتِ اموی کے عہد میں موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کے ذریعے اندلس کا بڑا حصہ فتح ہو گیا تھا اور وہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تھی۔اس علاقہ کو گورنر افریقہ کی ماتحتی میں رکھا گیا تھا۔وہاں کے مسلم حکم رانوں کے عیسائی حکم رانوں کے ساتھ مسلسل جنگی معرکے ہوتے رہتے تھے اور خود مسلمانوں کے مختلف قبائل کے درمیان بھی خانہ جنگی ہوتی رہتی تھی۔اس کے باوجود مسلم حکم رانوں نے زیر قبضہ علاقوں کا نظم ونسق درست رکھا۔

خلافتِ اموی کے خاتمے کے بعد جب مشرق میں خلافتِ عباسی قائم ہو گئی تھی تو بھی اندلس میں اموی خلافت جاری رہی۔اس لیے کہ ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن عباسی حکم رانوں کی پکڑ دھکڑ سے بچ کر اندلس پہنچ گیا تھا اور وہاں اس نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔اس کے بعد بھی اموی امارت جاری رہی،لیکن بعد میں حکم راں عبدالرحمٰن سوم نے خود کو خلیفہ قرار دے دیا تھا۔اندلس میں اموی حکم رانوں کے دور میں زبردست تمدّنی ترقی اور علمی فروغ ہوا۔

بعد کے ادوار میں جب اندلس میں سیاسی افراتفری مچی تو چھوٹی چھوٹی بہت سی سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں۔یہ لوگ آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے اور ان کی کم زوری سے فائدہ اٹھا کر عیسائی حکم راں مختلف علاقوں پر قبضہ کرتے چلے جا رہے تھے۔اس صورت حال میں افریقہ کے دو مسلم حکم راں خاندانوں۔مرابطین اور موحّدین۔نے یکے بعد دیگرے اندلسی مسلمانوں کی مدد کی،لیکن ان کی مرکزی حکومت چوں کہ افریقہ میں قائم تھی،اس لیے وہ اندلس پر زیادہ توجہ نہ دے سکے۔

عیسائی حکم رانوں نے آہستہ آہستہ اندلس کے بیش تر حصوں پر قبضہ کر لیا،صرف غرناطہ کا علاقہ بچا،جس میں قبیلۂ بنواحمر کے ایک عرب سردار محمد بن یوسف بن نصر نے اپنی حکومت قائم کر لی۔یہ حکومت تقریباً ڈھائی سو (۲۵۰) برس تک قائم رہی۔ابتدائی ستّر (۷۰) برس اس حکومت کا دورِ عروج تھا،جس میں تمدّنی،علمی اور رفاہی میدانوں میں بڑے کام ہوئے،لیکن بعد کے حکم راں نااہل ثابت ہوئے۔عیسائی حکم راں برابر آگے بڑھتے رہے،یہاں تک کہ پندرھویں صدی عیسوی کے اواخر میں غرناطہ کے سقوط کے ساتھ پورے اندلس سے مسلم حکم رانی کا چراغ گل ہو گیا۔

2.10 فرہنگ

زمامِ اقتدار	=	حکومت کی باگ ڈور
طوائف الملوکی	=	بدنظمی، لاقانونیت
ملوک الطّوائف	=	بدنظمی اور لاقانونیت کے دوران حکم رانی کرنے والے
فصیل، ج: فصیلیں	=	چہاردیواری، شہرپناہ
فروکرنا	=	دبانا، ختم کرنا
جزیہ	=	اسلامی حکومت میں غیر مسلموں سے لیا جانے والا ٹیکس
مجلس شوریٰ	=	مشورہ کمیٹی
قصر	=	محل
رفاہ	=	وہ کام جس سے عام شہریوں کو آرام ملے
محیط	=	احاطہ کرنے والا، گھیرنے والا
زرّیں	=	سنہرا
باج گزار	=	ریاست کو محصول دینے والا
گہوارہ	=	مرکز
موسوم	=	نام رکھا گیا
سطوت	=	رعب، دبدبہ، شان وشوکت
فرزند	=	بیٹا
اضمحلال	=	سستی، پژمردگی
ہزیمت	=	شکست
سدّباب	=	روک دینا
مزاحمت	=	روک ٹوک، مقابلہ
دارالسلطنت	=	راجدھانی
کسبِ فیض	=	استفادہ کرنا

2.11 نمونے کے سوالات

۱۔ اندلس پر مسلم حکم رانی کو کتنے ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؟ وضاحت سے لکھیے۔

۲۔ عبدالرحمٰن الداخل نے اندلس میں کس طرح حکومت قائم کی؟ اس کے عہدِ حکم رانی پر روشنی ڈالیے۔

۳۔اندلس میں سیاسی افراتفری کے زمانے میں افریقہ کے کن حکم راں خاندانوں نے مدد کی؟

۴۔غرناطہ میں نصری حکومت کے قیام اوراس کے عروج وزوال کی داستان بیان کیجیے۔

۵۔مسلم عہدِ حکومت میں اندلس میں مختلف علوم وفنون میں کیا سرگرمیاں انجام پائیں؟

2.12 مطالعہ کے لیے کتابیں

۱۔ تاریخِ اندلس، سید ریاست علی ندوی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، طبع 2012ء

۲۔ خلافتِ اندلس، نواب ذوالقدر جنگ۔الایمان کتابستان دیوبندم ۱۴۲۶ھ، طبع اول

۳۔ ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ثروت صولت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، جلداول، طبع ۲۰۱۱ء

۴۔ تاریخ تہذیبِ اسلامی، پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی، ۲۰۱۲ء

۵۔ اندلس اور سسلی کی مسلم تاریخ وثقافت، ڈاکٹر محمد اسحاق، البلاغ پبلی کیشنز: نئی دہلی۔۲۵، ۲۰۰۹ء

۶۔ اندلس کی اسلامی میراث (مجموعہ مقالاتِ سمینار)، ترتیب وتدوین: ڈاکٹر صاحب زادہ ساجدالرحمٰن، ادارۂ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۶ء

۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء، طبع اول